مرثیہ

درحالات رخصت وشہادت سید الشہداء

حضرت امام حسین علیہ السلام

سنہ تصنیف ۱۳۴۳ھ (بند: ۱۳۰)

دعبل ہند مولانا سید فرزند حسین ذاخرؔ اجتہادی

(۱)

جب کہہ چکا چراغِ سحر مدعائے شب
حدّ بیاں سے بڑھ نہ سکی انتہائے شب
کچھ سونے والوں نے نہ سنا ماجرائے شب
انگڑائیوں میں کٹ گئے افسانہائے شب
دیکھا نہ حسنِ چرخ کسی ذی حیات نے
روکر گذاری اوس کے پردے میں رات نے

(۲)

گو تیرگیِ شب کی نہ تھی کوئی انتہا
تھا آنے والے نور کا انداز ہی جدا
وہ جھلملا رہا تھا جو تارا سحر کا تھا
بجھتے ہوئے چراغ کی اللہ رے ضیا
جدول میں شب کے نقطۂ بین السّطور تھا
کالی گھٹا کے دور میں بجلی کا نور تھا

(۳)

اچھی طرح سے رنگ سمجھنے لگی نگاہ
باقی رہا نہ مغرب ومشرق میں اشتباہ
اک جا سوادِ مجلس یوسفؑ تھا بے پناہ
تھا اک مقام حضرتِ موسیٰؑ کی جلوہ گاہ
چھائے ہوئے تھے ابر کہیں دود آہ کے
جلوے کئی جگہ تھے ہجومِ نگاہ کے

(۴)

کھلتا نہ تھا دورنگیِ گردوں کا کچھ سبب
دنیا کو خود تغیرِ عالم پہ تھا عجب
تھی شکلِ آئینہ نگراں محفلِ طرب
آوازِ مرغِ صبح تھی کوسِ رحیلِ شب
تھا اس قدر لحاظ مسافر کی بات کا
تہہ کررہی تھی سرد ہوا فرش رات کا

(۵)

پہلو چراغِ بزم بدلتا کہاں تلک
دردِ دل و جگر سے سنبھلتا کہاں تلک
منھ سے دھواں تعب میں نکلتا کہاں تلک
ہر شعلہ اپنی آگ سے جلتا کہاں تلک
حسنِ صبیحِ صبح کو دیکھا نگاہ نے
کردی سحر جہاں میں چراغوں کی آہ نے

(۶)

ہر شمع کی زباں کا ترانہ گذر گیا
جو نا تمام تھا وہ فسانہ گذر گیا
شبنم کے آنسوؤں کا بہانہ گذر گیا
نالوں کا عاشقوں کے زمانہ گذر گیا
کچھ دیر بختِ شب کے لئے اوس روگئی
ظلمت سوادِ آئینۂ ماہ ہو گئی

(۷)

جو چیز وقتِ صبح چلی پُر اثر چلی
باہر حجابِ چشم الٹ کر نظر چلی
گلزار سے چھپی ہوئی گل کی خبر چلی
دامن میں پھول بھر کے نسیمِ سحر چلی
قطرے وہ تھم گئے عرقِ انفعال کے
دیکھا فلک کو شمع نے آنسو سنبھال کے

(۸)

عالم میں رات کا جو ہوا خاتمہ بخیر
مشرق کی سمت بیٹھ گئے منھ پھرا کے طیر
آ کر یگانے بن گئے اپنوں میں مل کے غیر
دکھلا رہی تھی صبح طلسمِ جہاں کی سیر
پھیلا ہوا تھا ایسا اثر رنگِ باغ کا
لالہ کا پھول بن گیا شعلہ چراغ کا

(۹)

پھولوں سے مل کے باغ میں ٹھنڈی ہوا چلی
بالیدہ دل وہ ہوگیا، تھی جس کو بے کلی
دامانِ شب ہٹا تو ہوئی صبح منجلی
ہر شمع یوں گھٹی کہ بنی پھول کی کلی
سوسن سحر کو بھی تھے سیہ خانوں کی طرح
رنگ اڑ رہا تھا پھولوں کا پروانوں کی طرح

(۱۰)

سرکا، گلوں کے چہروں سے دامانِ آرزو
چھپتی ہوئی نگاہ بڑھی بہرِ جستجو
جنبش میں آئی سرد ہوا سے رگِ نمو
پھولوں کے دامنوں سے ٹپکنے لگا لہو
پھیلا تھا تحت و فوق گل ارغواں کا رنگ
تھا ایک، وقتِ صبح زمیں آسماں کا رنگ

(۱۱)

فیض سحر عطا کئے تھا عیش سرمدی
فصل خزاں بہار سے کرتی نہ تھی بدی
وہ دور ہوگئیں جو نگاہیں تھیں سرحدی
بچھا گھنیری چھاؤں میں تختِ زبرجدی
تھے مست اہلِ باغ دلوں کی امنگ سے
دھانی تمام پھول تھے سبزے کے رنگ سے

(۱۲)

آیا پسند ڈالیوں کو رنگِ اخضری
تھا عالمِ بہار میں طرزِ فسوں گری
بڑھتی ہوئی رگوں میں چلی اوس کی تری
تازہ وہ گل ہوا تو ہوئی شاخ یہ ہری
تاثیر مٹتی جاتی تھی ہر بختِ زشت کی
تھم تھم کے چل رہی تھیں ہوائیں بہشت کی

(۱۳)

یوں تھے حجاب برگ میں لالہ کے دل کے داغ
روشن کبھی ہوئے تو کبھی گل ہوئے چراغ
کھا کر ہوائے سروِ چمن مست تھے دماغ
شاخوں کی طرح جھوم رہے تھے طیورِ باغ
آسان راہ ہوگئی کعبہ سے دیر کی
پتی ہلی تو مغرب و مشرق کی سیر کی

(۱۴)

شبنم نے گر کے دھو دیئے لالہ کے دل کے داغ
لودے رہے تھے سانس میں پانی بھرے چراغ
بدلی ہوائے کبر نے کیفیتِ دماغ
اللہ رے زور و قوتِ روئیدگیِ باغ
تاثیر یوں نمو سے مٹی سنگِ سخت کی
حد نظر تک آگئیں بیلیں درخت کی

(۱۵)

گردوں پہ یک بیک ہوا جس دم ظہورِ صبح
روشن بسانِ وادیٔ ایمن تھا طورِ صبح
پھیلا ہوا تھا شرق سے تا غرب نورِ صبح
دم بھر رہے تھے اپنی زباں میں طیورِ صبح
جو تھے وہ جرعہ نوشِ شرابِ الست تھے
اپنے پرائے ذکرِ الٰہی سے مست تھے

(۱۶)

کعبہ میں ہے کوئی تو کوئی ہے میانِ دیر
ہیں محو ذکر دوست کی صورت سحر کو غیر
انسان ہوں کہ جن ہوں، ملک ہوں کہ وحش وطیر
ہیں اپنے اپنے طور پہ مشغولِ امرِ خیر
خم گردنیں ہیں حق کی اطاعت کے واسطے
مخصوص ہے یہ وقت عبادت کے واسطے

(۱۷)

جاں دے رہے ہیں تازگیٔ باغ پر طیور
آوازِ لحن گونج رہی ہے قریب و دور
آہوں کی بجلیوں کے نظر آرہے ہیں نور
ہر مرغِ باغ ہے چمن آرائے کوہِ طور
ذکرِ خدا میں دہشتِ اہلِ جفا نہیں
دنیا کے یہ چمن ہیں کوئی کربلا نہیں

(۱۸)

ان پر جفائیں ہوں جو نہ ہوں لائق ستم
اس آنکھ کو رلائیں جو ہو خوفِ حق سے نم
دی جائیں ان کو لغزشیں ہادی ہوں جو قدم
ان پر پڑیں خدنگ، ہوں جن گردنوں میں خم
ہے کون سا محل جو غضب میں شریر آئیں
میداں میں غازیوں کے مصلّوں پہ تیر آئیں

(۱۹)

شوقِ وغا میں فوج تھی کیوں زندگی سے تنگ
باقی نہ رہنے پائے کسی قلب کی امنگ
کم تھا طلوع مہر سے تا شب نہ وقت جنگ
دو رکعتی نماز میں تھی کون سی درنگ
دن کم نہ تھا سپاہ کی بدعت کے واسطے
دے دیتے اتنا وقت عبادت کے واسطے

(۲۰)

گو ہوش اڑا رہی تھی پرِ تیر کی ہوا
تھی دل میں غازیوں کے نہ کچھ دہشتِ قضا
مرجانے پر کھلی ہے ارادوں کی انتہا
ایسی مصیبتوں پہ بھی جو چاہا وہ کیا
ثابت قدم جو تھے، تو نہ حق سے جدا ہوئے
قائم نماز ہوگئی، سجدے ادا ہوئے

(۲۱)

کیا ان کے تذکرے کہ جو ہوں زندگی سے سیر
سیدھے عجیب طرح کئے قسمتوں کے پھیر
جانے میں سوئے خلد جہاں سے ہوئی نہ دیر
غیظ آگیا جو سجدوں میں ٹوکے گئے دلیر
حالت کھلی جہاد میں دل کی امنگ کی
عالم ہلا دیا جو بہتّر نے جنگ کی

(۲۲)

میداں میں آئے لے کے رضائے امامؑ دیں
تیغوں نے منتشر کئے جسمِ سپاہ کیں
کاٹیں کہیں پہ گردنیں، برسا لہو کہیں
کی جنگ کربلا میں، ہلی شام کی زمیں
گیتی اٹھا نہ سکتی تھی ضربِ شدید کو
جنبش زمیں کی طرح تھی تختِ یزید کو

(۲۳)

اسلام کے جہاد سے کانپے کنشت و دیر
آخر کو کام آگئے اپنوں کی طرح غیر
ہنگامِ ظہر سب کا ہوا خاتمہ بخیر
کی بھی تو ایک شان سے خلدِ بریں کی سیر
دم بھر کیا قیام نہ دنیائے زشت میں
سر زانوئے امامؑ پہ، روحیں بہشت میں

(۲۴)

اللہ کس طریق سے دم اپنے سب نے کھوئے
بے فرش ریگِ گرم پہ، چھٹ کر مکاں سے سوئے
دامن قبا کے آنسوؤں سے شہؑ نے یوں بھگوئے
میت کسی کی دل سے لگائی، کسی کو روئے
احبابؑ تھے نہ فاطمہؑ کے نورِ عینؑ تھے
کچھ گردِ رن میں میتیں تھیں اور حسینؑ تھے

(۲۵)

خیمے سے آرہی تھی یہ آوازِ دردناک
میداں سے جلد آیئے زینبؑ ہوئی ہلاک
مچلی ہوئی ہے بالی سکینہؑ بروئے خاک
عباسؑ کے یتیم، گریباں کئے ہیں چاک
ماں سے مصر ہیں، نہر پہ جانے کے واسطے
ضد کر رہے ہیں، لاش اٹھانے کے واسطے

(۲۶)

ہراک کے ہے فراق سے یہ بیبیوں کا حال
بکھرے ہوئے ہیں دوش پہ غم سے سروں کے بال
باہر نکال لائے نہ بڑھتا ہوا ملال
بے پردگئ اہلِ حرم کا رہے خیال
نالے نکل گئے جو کلیجے کو توڑ کے
اٹھے حسینؑ گود کے پالوں کو چھوڑ کے

(۲۷)

گو غم نہ چاہتا تھا کوئی لاش ہو جدا
لایا سوئے خیام دلِ صبر آشنا
خیمے تک آکے شہؑ نے یہ فضہؑ کو دی صدا
ہٹ جائیں وہ قریب سے ہو جن کا سامنا
پہلو میں دل تڑپتا ہے رخصت کے واسطے
آتے ہیں ہم بہن سے اجازت کے واسطے

(۲۸)

آئی حرم میں جب یہ صدائے امامِ دیں
آگے بڑھیں یہ کہتی ہوئی زینبؑ حزیں
قرباں بہن ہو اور کوئی سامنے نہیں
پردہ کئے ہیں زوجۂ عباسؑ مہ جبیں
دامن ہیں اشکِ ہجر کے بہنے کے واسطے
آئی ہیں کچھ امامؑ سے کہنے کے واسطے

(۲۹)

داخل ہوئے حرم میں یہ کہتے ہوئے حضور
جو دل کی آرزو ہے وہ مجھ سے کہیں ضرور
بھائی کے غم سے ہوگا تپاں قلبِ ناصبور
کیا جلد ہم سے چاہنے والے ہوئے ہیں دور
بھائی نہیں تو سب کے لئے جان کھوئیں ہم
کم فرصتی میں بیٹھ کے کس کس کو روئیں ہم

(۳۰)

رن میں کیا ہے گود کے پالوں نے انتقال
ظالم مجھے ملال پہ دیتے رہے ملال
گو تشنگی سے تھا علی اصغرؑ کا غیر حال
تیرِ ستم نے آکے مگر کر دیا حلال
وہ سر سے کب گئی جو جفا آسماں کی تھی
بجھتے ہوئے چراغ سے زینت مکاں کی تھی

(۳۱)

جس وقت یہ دکھے ہوئے دل تک گئی صدا
کچھ اور روئیں زوجۂ عباسِ باوفا
دستِ ادب کو جوڑ کے مولاؑ سے یہ کہا
گھر سے سدھارتے ہیں کہاں شاہِؑ کربلا
اب جانِ مصطفیٰؐ کا طرفدار کون ہے؟
ہم بے کسوں کا قافلہ سالار کون ہے؟

(۳۲)

بھاوج کے اس کلام پہ رونے لگے امامؑ
فرمایا مرنے والے کو ہے کیا کسی سے کام
دن زندگی کے جو تھے وہ سب ہو چکے تمام
اب سر پرست سب کے ہیں سجادِؑ نیک نام
عزت نبیؐ کی آل کی خالق کے ہاتھ ہے
خود ہیں، مرض ہے، فوج ہے، تم سب کا ساتھ ہے

(۳۳)

سب اک جگہ ہیں دشت میں چھوڑے ہوئے وطن
رن میں چچا سے چھوٹ گیا دلبرِ حسنؑ
اکبرؑ ہیں اب نہ حضرت عباسؑ صف شکن
لاشیں پڑی ہوئی ہیں بیاباں میں بے کفن
بیٹیوں کو بھائیوں کو مقدر جدا کرے
جس کا کوئی نہ ہو وہ بھلا جی کے کیا کرے

(۳۴)

یہ سنتے ہی بہن نے کیا بھائی سے بیاں
ارشاد کیا یہ کرتے ہیں سلطانِ دو جہاں
کس سے کہیں کہ گود کے پالے گئے کہاں
ہم سے نہ دیکھا جائے گا اجڑا ہوا مکاں
کیونکر اندھیری رات میں ثابت قدم رہیں
گھر میں بجھا کے گھر کے چراغوں کو ہم رہیں

(۳۵)

اب تک ہمیں ہے یاد لڑکپن کی داستاں
بھائی حسنؑ سے آپ زیادہ تھے مہرباں
تھی بچپنے سے ہمرہِ شاہنشہِ زماں
کیا اس لئے تھیں اپنے مقدر کی خوبیاں
وہ دفعتاً چھٹے جو کریموں کا ساتھ ہو
جنگل ہو، ہم ہوں اور یتیموں کا ساتھ ہو

(۳۶)

اٹھے یہ کہہ کے شاہؑ بہن ہو گئی خموش
دل کی طرح امنڈ نے لگا آنسوؤں کا جوش
بل کھا کے آئے بکھرے ہوئے بال تا بہ دوش
کرتیں اگر نہ صبر تو رخصت ہوا تھا ہوش
آنسو تڑپ رہے تھے دلِ زار کی طرح
سانسیں اکھڑتی جاتی تھیں بیمارؑ کی طرح

(۳۷)

دو اک قدم بڑھے تھے ابھی شاہِؑ مشرقین
ناگاہ دل خراش سنے یہ کسی کے بین
اے نورِ عینِ فاطمہؑ! اے عرشِ حق کی زین!
اے یادگارِ ختمِ رسلؐ! اے دلوں کے چین!
کیونکر بھریں گے زخم جگر کے کھلے ہوئے؟
مولا سدھارتے ہیں کہاں بے ملے ہوئے؟

(۳۸)

آواز یہ سمجھ جو گئے شاہِؑ دیں پناہ
مولاؑ نے کی ربابؑ پہ حسرت بھری نگاہ
کانپ اٹھا دیکھ کر یہ دلِ عرش بارگاہ
بالی سکینہؑ ساتھ ہے با حالتِ تباہ
لائی ہے ماں بنی ہوئی زلفیں بگاڑ کے
مل دی ہے منہ پہ خاک گریباں کو پھاڑ کے

(۳۹)

فرمایا رو کے سرورِ دیں نے یہ کیا، یہ کیا
کی عرض اپنی قسمتِ بد کا ہے سب گلا
فرمایا کس کے غم سے حزیں ہے یہ مہ لقا
کی عرض پوچھئے تو کبھی دل کا مدعا
فرمایا رو کے آئے گی گودی میں باپ کی
کی عرض شکل دیکھنے آئی ہے آپ کی

(۴۰)

فرمایا آؤ آؤ اگر ہے یہ حالِ زار
کچھ دیر ہم بھی دیکھ لیں چھٹتی ہوئی بہار
دیتا ہے غم کھلی ہوئی زلفوں کا انتشار
کیوں دل کو چھٹ کے باپ سے آتا نہیں قرار
اشکوں سے منھ یہ کہہ کے بھگونے لگے حسینؑ
بیٹی کو لے کے گود میں رونے لگے حسینؑ

(۴۱)

دیکھی جو یہ عطائے شہِؑ آسماں حشم
باہیں گلے میں ڈال کے بولے یہ چشمِ نم
جاتے ہیں کیوں حضور سوئے لشکرِ ستم
تنہا نہ اس مکان میں چھٹ کر رہیں گے ہم
تکلیف اٹھ سکے گی نہ روزِ سیاہ کی
ہم سونگھتے ہیں رات کو بو زلفِ شاہؑ کی

(۴۲)

یہ عرض کرکے چھوڑ دیا دامنِ حسینؑ
بیٹی کو پیار کرکے اٹھے شاہِؑ مشرقین
جانے لگا جو فاطمہ زہراؑ کا نورِ عین
رن کی زمیں ہلانے لگے بیبیوں کے بین
ہر دل پہ تھے اثر جو فراقِ امامؑ کے
کی عرض یہ ربابؑ نے دامن کو تھام کے

(۴۳)

کیا حکم ہے مرے لئے؟ اے شاہِؑ انس وجاں!
کاٹے رنڈاپا بیٹھ کے یہ دل حزیں کہاں
فرمایا، تم سے حضرتِ عابدؑ کہیں جہاں
کی عرض قید تو نہ کریں گے عدوئے جاں
کیا قصد بعدِ شاہؑ ہے فوجِ جہول کا
سنتی ہوں شام جائے گا کنبہ رسولؐ کا

(۴۴)

کہنے لگے ربابؑ سے رو کر یہ شاہِؑ دیں
اتنی بھی اب زمانہ میں مہلت ہمیں نہیں
تفصیل سے جو کہہ سکیں ظلمِ سیاہ کیں
یہ بھی تمہیں بتائیں گے سجادِؑ دل حزیں
کر دے جہاں میں سہل مصیبت خدا مری
ہشیار گر ہوں غش سے تو کہنا دعا مری

(۴۵)

بیٹی سے پھر جو مل چکے سلطانِ نامدار
تادر یہ کہتے آئے شہِؑ آسماں وقار
ننھے سے دل پہ ہجر مرا ہوگا ناگوار
رہنا سفر میں میری سکینہؑ سے ہوشیار
پردیس میں کرے گی بسر یوں حیات کو
ضد کرکے دن کو روئے گی، ڈھونڈھے گی رات کو

(۴۶)

یہ کہہ کے اور بڑھ جو گئے شاہِؑ دیں پناہ
پردہ حرم سرا کا اٹھایا بعزوجاہ
دل تھام کر بہن نے بھری آخری وہ آہ
لرزہ زمیں میں پڑ گیا، کانپ اٹھی بارگاہ
کیا گھر سے آئے شہؑ کہ زمانہ پلٹ گیا
زینبؑ کے دل کی طرح سے پردا الٹ گیا

(۴۷)

باہر حرم سرا سے جب آئے امامِ دیں
پہنچا خدیوِ جن وبشر اسپ کے قریں
زیں پر سوارِ دوشِ محمدؐ ہوا مکیں
دوبا گیں ایک ہاتھ میں مولاؑ نے جھک کے لیں
اب کوئی دل کو ڈر ہے نہ خوفِ گزند ہے
چلتی ہوئی ہوا ہے جو مٹھی میں بند ہے

(۴۸)

ڈھیلی ہوئی جو باگ چلی بادِ تند و تیز
ہونے لگا غبار بھی میداں کا عطر بیز
ہلنے لگی دلوں کی طرح ارض رستخیز
آندھی نے رخ کیا طرفِ وادیٔ ستیز
وسعت فلک سے مانگتی تھی دشتِ تنگ کی
ہاتھوں زمیں بلند تھی میدانِ جنگ کی

(۴۹)

تھی اک طرح بلندی وپستی میں ابتری
گردش میں تھا زمیں کی طرح چرخِ چنبری
تھا بھی تو یوں تلاطمِ امواجِ سر سری
پھیلا ہوا تھا رنگ، غباری و اخضری
اس حد پہ انقلاب، طلسمِ جہاں کے تھے
ذرے کبھی زمیں کے کبھی آسماں کے تھے

(۵۰)

گھوڑے کی چال کا تھا اثر تابہ لامکاں
بیٹھا ہوا غبار تھا رن میں رواں رواں
تاریک ہوچکا تھا اندھیرے سے سب جہاں
تھا نورِ مہر پردۂ خاکی سے بھی عیاں
قطرہ الگ جو تھا یمِ ظلمت سے آپ کا
منھ دیکھتی تھی رن کی زمیں آفتاب کا

(۵۱)

جب آیا، آئی باغ میں اک طرفہ تر بہار
جس شاخ پر گیا نہ لیا ایک دم قرار
ماہر ہر انقلاب سے ہر رنگ آشکار
پتوں سے،گل سے، پھول کی رگ رگ سے ہوشیار
بلبل کا خون ہوگیا جس سمت مڑگیا
پتی اگر ہلی تو لہو بن کے اڑ گیا

(۵۲)

جس دل میں چاہا آ کے گیا آرزو کی طرح
کاکل میں بل پڑے ہوئے تھے آبجو کی طرح
آیا ہوا کی طرح گیا گل کی بو کی طرح
لالے کے دل میں دوڑ رہا تھا لہو کی طرح
حصے بٹے ہوئے تھے گلوں میں شمیم کے
روندے ہوئے تھے پاؤں سے جادے نسیم کے

(۵۳)

پامال کررہا تھا خزاں کی طرح سے باغ
صورت نمائے گرم روی تھا ہر ایک باغ
چل کر تنک مزاج نے گرما دیئے دماغ
نعلوں کا عکس پڑ جو گیا جل اٹھے چراغ
شعلہ کو کام تھا نہ کوئی عرض و طول سے
گلشن میں آگ لگ گئی لالے کے پھول سے

(۵۴)

دریا کی طے وہ راہ ہوئی یہ جدھر گیا
آیا ہوا کی طرح ، بسانِ نظر گیا
بے حد تھا جوشِ آب مگر بے خبر گیا
وہ ہاتھوں ہاتھ لے گئی، جس موج پر گیا
جسمِ لطیف و صاف میں عالم تھا روح کا
بیڑا ہر ایک نعل تھا طوفانِ نوحؑ کا

(۵۵)

رن میں فلک کو چھوڑ کے کیا باد پا چلے
ہو دور اگر تو جانبِ دشتِ بلا چلے
کس طرح بند ہو کے قفس میں ہوا چلے
اتنے سے راستے میں چلے بھی تو کیا چلے
وہ کب نکل سکی کہ جو دل کی امنگ تھی
دو چار گام وسعتِ میدانِ جنگ تھی

(۵۶)

آوازِ ذوالجناح یہ جاتی ہے دور دور
چہرے کو میرے دیکھ کے شرما رہی ہے حور
کہتے ہیں جس کو صبح اڑا ہے وہ رخ کا نور
اللہ رے اوجِ زیں کہ ہوا پست کوہِ طور
رغبت ہے سوئے حق دل و جانِ بتولؑ کی
معراج ہے یہ راکبِ دوشِ رسولؐ کی

(۵۷)

خوش جا رہے ہیں فوجِ جفا میں نہ یہ نہ میں
رستہ چلے ہیں گرم ہوا میں نہ یہ نہ میں
داخل ہیں زندگی کی بقا میں نہ یہ نہ میں
باقی رہیں گے دارِ فنا میں نہ یہ نہ میں
وہ ختم ہے، لکھا تھا جو کچھ سرنوشت میں
مقتل سے لے چلا ہوں سواری بہشت میں

(۵۸)

تھے منتظر ادھر تو سوارانِ کینہ خواہ
ٹکرا رہی تھی پردۂ خاکی سے ہر نگاہ
رستے میں اس طرف تھے شہؑ عرش بارگاہ
طے اس طرح امامؑ دو عالم نے کی وہ راہ
تنگئ عرش دیکھ کے برہم گیا فرس
نزدیکِ فوج باگ کھنچی، تھم گیا فرس

(۵۹)

خاموشیوں کے تھے یہ دلِ زار سے کلام
کب تک تمہیں ستائے گی افواجِ روم و شام
ہیں امتِ رسولؐ خدا میں یہ خاص و عام
سمجھے نہ ہوں گے سبطِ پیمبرؐ کا احترام
کم قدر کی ہے کیوں دل و جانِ بتولؑ کی
بھولے کہیں نہ ہوں یہ قرابت رسولؐ کی

(۶۰)

باتیں یہ دل سے کر کے پکارے امامؑ دیں
یہ آخری بیاں ہے مرا، اے سپاہِ کیں!
غصہ میں کس کے قتل پہ الٹے ہو آستیں
نورِ نظر تمہارے پیمبرؐ کے ہیں ہمیں
غربت میں تین روز کا پیاسا کوئی نہیں
میرے سوا نبیؐ کا نواسا کوئی نہیں

(۶۱)

جو نورِ کردگار کا سایہ تھا وہ نبیؐ
قرآن جس کے واسطے آیا تھا وہ نبیؐ
جس نے لقب حبیب کا پایا تھا وہ نبیؐ
حق نے جسے فلک پہ بلایا تھا وہ نبیؐ
بالائے عرش قرب یہ کس کو نصیب تھا
وہ کس کا نور تھا جو خدا کے قریب تھا

(۶۲)

بیمار جب ہوئے تھے شہنشاہؐ نیک نام
منبر پہ آئے تھے سرِ محفل باہتمام
روز وداع تم سے تھا کیا آخری کلام
وہ یاد ہے کہ بھول گئے اے گروہِ شام
خواہش یہ کی تھی باغِ نبوت کے پھول نے
مانگا تھا تم سے اجرِ رسالت رسولؐ نے

(۶۳)

دنیا میں ایک ہم ہیں بس اے دشمنانِ دیں
نزدیکِ عصر ذبح کئے جائیں گے یہیں
آکر بنائیں گے لحدیں عابدؑ حزیں
آئی ہے ہاتھ بے وطنوں کے یہ سرزمیں
وہ ہوں گی جو جفائیں مقدر کے ساتھ ہیں
ہم ارض کربلا میں بہتّرؑ کے ساتھ ہیں

(۶۴)

کیا بس اگر نہ رحم پہ فوجِ کثیر آئے
لیں گے وہ دل پہ جو ستم چرخِ پیر آئے
نصفِ کلام تھا جو غضب میں شریر آئے
چھٹ کر ہزار ہزار کمانوں سے تیر آئے
بیدرد، ذکرِ درد پہ نالے نہ بھر سکے
اپنی جفائیں سن کے تحمل نہ کر سکے

(۶۵)

وہ برہمی سے کھا گئی بل زلف مشکبار
بڑھ آئی نزدِ شاہؑ پیادوں کی وہ قطار
وہ فوج پر سمٹ کے چلا رن میں راہوار
وہ میان سے کھنچی شہؑ مرداں کی ذوالفقار
نورِ خدا کا شک ہوا بجلی کے نور پر
پھر آگیا کلیم کو غش کوہِ طور پر

(۶۶)

گو سب سے تھا چھپائے ہوئے لامکاں مجھے
روزانہ ڈھونڈھتے رہے اہلِ جہاں مجھے
پنہاں نظر سے کر نہ سکا آسماں مجھے
تقدیر لے کے آئی کہاں سے کہاں مجھے
ایمان لائی ہوں شہؑ مرداں کے دین پر
معراج پاکے عرش سے اتری زمین پر

(۶۷)

دیکھا کئے مجھے کبھی حیدرؑ کبھی رسولؐ
دھویا کیں میرے تن سے لہو حضرتِ بتولؑ
بھایا دلِ امام حسنؑ کو یہ عرض و طول
آخر میں پھر حسینؑ نے مجھ کو کیا قبول
ہر دل میں اپنی اپنی جگہ حسرتیں رہیں
اک آئینہ میں پانچ عیاں صورتیں رہیں

(۶۸)

پائے ہر ایک ہاتھ سے رتبے جدا جدا
مجھ پر ہمیشہ ہوتی رہی بخشش و عطا
خیبر میں کل اٹھائے تھے دامادِ مصطفیٰؐ
ہوں آج زیبِ دستِ شہنشاہِؑ کربلا
اک نے (یہ طرز) ایک نے وہ انتخاب کی
پیری کی جنگ ہے یہ لڑائی شباب کی

(۶۹)

پہچانتے ہیں ناز مرا آج کے مُسن
بچتا نہ تھا، کوئی ہو بشر اس میں یا کہ جن
بھرپور ہو شباب اب ایسا نہیں یہ سن
عقل آگئی وہ جا چکے حسنِ وفا کے دن
دامن میں طفلِ اشکِ محب پالتی تھی میں
پڑتا کہیں قدم تھا کہیں ڈالتی تھی میں

(۷۰)

دستِ علیؑ تھا جنگ میں یا تھا خدا کا ہاتھ
مشکل کو دور کرتا تھا مشکل کشا کا ہاتھ
معجز نما تھا لب کی طرح مرتضیٰؑ کا ہاتھ
یوں تھا بلند و پست شہؑ لافتیٰ کا ہاتھ
میداں میں جب چلی مرے خالق نے خیر کی
میں نے کبھی فلک کبھی گیتی کی سیر کی

(۷۱)

بھیجی گئی تھی چرخ سے گوہرِ مرتضیٰؑ
اکثر لڑائیوں میں مرا ساتھ بھی رہا
لیکن غریب امامؑ کے کام آئی ہوں سوا
وہ امر بھی کیا جو سلف سے ہوا نہ تھا
امداد کی ہے شاہِؑ غریب الدیار کی
ننھی سی قبر کھودی ہے اک شیر خوارؑ کی

(۷۲)

اپنی ثنا میں محو تھی حیدرؑ کی ذوالفقار
بڑھتا ہی جاتا تھا طرفِ فوج راہوار
منھ دھو رہی تھی تیغ کا اٹھ کر لہو کی دھار
تھا شیرِ کبریا کا اسد عازمِ شکار
لپٹے ہوئے حسام سے دم پیدلوں کے تھے
جوہر کے دائرے میں قدم پیدلوں کے تھے

(۷۳)

آفت تھی تیغِ سبطِ پیمبرؑ کی آؤ جاؤ
طوفانِ رودِ نیل تھا اک موج کا بہاؤ
بے انتہا تھا لشکرِ کفار کا جماؤ
تھی اس قدر بلند کہ تا کوفہ تھا دکھاؤ
ابنِ زیاد تک نہ نہاں تھا نگاہ سے
دارالامارہ دیکھتی تھی رزم گاہ سے

(۷۴)

جادو بھری نگاہ کی اف رے فسوں گری
جس غول پر گئی اسے دکھلائی ابتری
دل نذر کو لئے ہیں حسینانِ آزری
جھلاّ گئی، کسی نے اگر آہ تک بھری
جو بھی قریب آگیا آزاد کردیا
جس کو گلے لگا لیا برباد کردیا

(۷۵)

اللہ رے نبیؐ کے نواسے کی آن بان
دو ہو رہے تھے پیاس میں مرجب سے پہلوان
پیری میں جب تنے تو خجل ہوگئے جوان
ٹوٹی ہوئی کمر سے عیاں تھی علیؑ کی شان
دو پیدلوں کو کر کے مزا لیتے جاتے تھے
عباسؑ کو وغا میں صدا دیتے جاتے تھے

(۷۶)

دیکھو تو اٹھ کے اے ثمرِ گلشنِ مراد
ہے یادگار بھائی کا یہ آخری جہاد
بھولے ہوئے ہیں طرزِ ستم بانیِ فساد
الٹی پڑی ہے دشت میں فوجِ بنِ زیاد
مٹی میں ملتے جاتے ہیں ماہر فنون کے
شق ہے زمینِ جنگ بہاؤ سے خون کے

(۷۷)

اللہ رے جلالِ شہؑ عرش آستاں
تھرّا رہا تھا دل کی طرح لشکرِ گراں
جاتی تھی تیغ کی جو ضیا تابہ لا مکاں
کانپ اٹھتے تھے زمیں کی طرح اہلِ آسماں
تھے عکس، خوں میں ڈوبی ہوئی آستین کے
آفت کئے تھے سرخ بگولے زمین کے

(۷۸)

چلتی تھی بار بار جو شمشیرِ آبدار
ذراتِ خاک بھی تھے دمِ جنگ بے قرار
ہر شے پہ ضربِ شاہؑ سے پیدا تھا انتشار
گھبرا کے ہٹ گئی جو ہوا، گر پڑا غبار
صورت دکھائی بخت نے روزِ سیاہ کی
ہلنے لگی دھمک سے زمیں رزم گاہ کی

(۷۹)

جس پر تڑپ کے تیغ گری وہ دہل گیا
دنیا سے جاتے جاتے زمانہ بدل گیا
جو گر گیا وہ اپنے فرس سے کچل گیا
سینے سے سینہ لڑ جو گیا دم نکل گیا
دکھلائی دیتے تھے جو نہ گوشے پناہ کے
روحواں کو پیسے دیتے تھے ریلے سپاہ کے

(۸۰)

محوِ وغا تھا یوں اسداللہ کا پسر
غصہ میں حملہ ور تھا ادھر اور کبھی ادھر
میداں میں دو کیا کسی بیداد گر کا سر
آئے اڑا کے رخش کبھی قلبِ فوج پر
لایا اسد شکار نیستاں میں گھیر کے
مارا کئی ہزار کو میداں میں گھیر کے

(۸۱)

اب کیا تھا سرکشیدہ جو تھے وہ جھکے علم
لے آئے اپنی زد پہ شہِؑ آسماں حشم
وقتِ وغا اکھاڑ دئے فوج کے قدم
ریتی پہ پچھلے پاؤں دبا لشکر ستم
نام آوروں کے وقتِ وغا منھ پھرادیئے
اتنی دبی سپاہ کہ خیمے گرادئے

(۸۲)

دبتے ہوئے پڑاؤ تک آئے جو بد شعار
روکی یہ کہہ کے آپ نے شمشیرِ آبدار
کیوں؟ دیکھی تین روز کے پیاسے کی کارزار
ہر طرح کا دیا ہے ہمیں حق نے اختیار
بھاگے ہوؤں کے قتل میں کوئی مزا نہیں
دل جتنا چاہتا تھا میں اتنا لڑا نہیں

(۸۳)

برہم تھے ابتدا سے جو شاہنشہِ زمنؑ
اوڑھے ہوئے تھی ڈر سے زمین خون کا کفن
گھوڑوں نے پھاڑ ڈالے تھے مردوں کے پیرہن
سم سے رگیں جو دبتی تھیں اٹھ بیٹھتے تھے تن
خالی یہ امر بھی تھا نہ دل کی امنگ سے
جی اٹھتے تھے نبرد میں اعجاز جنگ سے

(۸۴)

جاتے ہوئے شباب کا وہ جوش اور وہ جنگ
تابش میں تین روز کے فاقوں کی وہ امنگ
بیٹھا ہوا وہ دل، وہ عیاں ولولوں کا رنگ
آخر وہ دیں کی کوششیں وہ زندگی سے تنگ
تم لختِ دل جنابِ رسولِؐ خدا کے ہو
کہلا دیا ہر اک سے ولی کبریا کے ہو

(۸۵)

یہ شاں دکھا رہے تھے وغا میں امامِ دیں
الٹے تھے سیدھے ہاتھ کی کہنی تک آستیں
غرق شفق تھی وقتِ وغا چاند سی جبیں
ڈوبی ہوئی تھی خون میں ہر چشم خشمگیں
آنکھوں کا عکس چاند میں دکھلا رہی تھی تیغ
کوسوں لہو زمین پہ برسا رہی تھی تیغ

(۸۶)

آئے کبھی یمیں پہ کبھی جانبِ یسار
چمکی کبھی جناح پہ شمشیرِ آبدار
قلبِ سپہ میں گاہ چلی تیغِ شعلہ بار
میداں میں دو ہوئے کبھی پیدل کبھی سوار
قربان دستِ شہؑ کے، تصدق حسام کے
الٹے ورق کی طرح پرے فوجِ شام کے

(۸۷)

لاتا تھا اختیار میں جو شہؑ کو اژدہام
اسپ سبک عناں کا نہ تھا اک جگہ قیام
ہر صف پہ تھے نظر کی طرح شاہؑ خاص و عام
نکلا پرے سے جو اسے فوراً کیا تمام
یوں تا بہ کوفہ لے چلے فوجِ یزید کو
مہلت قضا سے تھی نہ قریب و بعید کو

(۸۸)

جاں خون تن میں ڈوب کے بھی مضطرب رہی
کشتیٔ تن پکار رہی تھی یہی یہی
پہلے سے تھی جو حملۂ آخر کی آگہی
دنیا الٹنے والا تھا زورِ یداللّٰہی
باقی حواس تھے نہ خدا کے امین کے
گھبرا رہے تھے تھامنے والے زمین کے

(۸۹)

ہاں ساقیا جو دل کو الٹ دے وہ مے پلا
جوشِ شرابِ تیغ کے چلنے کی دے صدا
ذرات خاک جام کے ہوں صورت آشنا
قطرے میں مے کے بند ہو میدان کی ہوا
بنت العنب سے کھنچتا ہے تلوار کی طرح
شیشوں میں بال دیکھ کے لا دھار کی طرح

(۹۰)

جس جامِ مے میں ہو اثرِ انقلاب لا
ہو جس میں جوش وہ دمِ عہدِ شباب لا
ایمان والے جس کو پئیں وہ شراب لا
دامن نقاب جس کی ہو وہ آفتاب لا
ظاہر میں ضو کی چھوٹ ہے حدت ہے اصل میں
چہرہ نہ دیکھا جائے گا گرمی کی فصل میں

(۹۱)

لینا ہے فخر ساغر بزم شراب سے
ہٹتی نہیں نگاہ مری انتخاب سے
رتبے میں جو سوا ہوں مہ و آفتاب سے
جامِ گلی وہ چاہتا ہوں بو ترابؑ سے
جو مس ہوئے ہیں دستِ جنابِ بتولؑ سے
شادی میں جو علیؑ کو ملے تھے رسولؐ سے

(۹۲)

اے اہل بزم! حشر ہے جانا نہ تم کہیں
ان کے بلائے ہیں کہ جو ہے خلق آفریں
ہے وہ امامؑ جن و بشر بڑھ چلو قریں
ہے اپنا اختیار، عمل غیر کا نہیں
اٹھو، چلو کہ کیف ہے ذاخرؔ کے ساتھ میں
کوثر ہے آج ساقیٔ کوثر کے ہاتھ میں

(۹۳)

کیا کیفِ مے کی پوچھتا ہے مجھ سے انتہا
باقی ترے کرم سے نہیں کوئی مدعا
ہاتھوں میں کیوں لئے نہ رہوں جام ساقیا
دیوانہ عکسِ چشم نے دل کو بنا دیا
لو پتلیوں میں ساغرِ آتش نما کی ہے
ڈوبی ہوئی نگاہ میں سرخی بلا کی ہے

(۹۴)

ساقی! یہ جام کیا نظر آئیں ابھی بھلے
ہو اس پہ دھوپ، گود میں زہراؑ کی جو پلے
ہنگامِ جنگ ڈوبنے والے ہیں منچلے
پہنچا ہے ذوالفقار کا پانی گلے گلے
جنگل وسیع گو ہے مگر ایک راہ ہے
خشکی میں فوج شام کا بیڑا تباہ ہے

(۹۵)

غیظ امامِ دیں سے تلاطم ہے آشکار
ہے زلزلوں کی گود میں میدانِ کارزار
گرتے ہیں زینِ اسپ سے جب سر کے بل سوار
اٹھتا ہے منھ پہ مل کے لہو دشت کا غبار
دہشت دلا رہا ہے تغیر جہان کا
اک رنگ ہے لہو سے زمیں آسمان کا

(۹۶)

میداں سے دبتے جاتے ہیں ہر بار کینہ خواہ
ہیں پیچھے پیچھے رن میں شہِؑ عرش بارگاہ
طے ہو رہی ہے مضطربانہ سپہ سے راہ
چاروں طرف غبار ہے اور بیچ میں سپاہ
دنیا سے سلب ہوگئے عالم وہ روپ کے
ہلتی ہوئی زمین ہے سائے میں دھوپ کے

(۹۷)

یوں انتقام برہمیٔ شاہؑ نے لئے
برباد کتنے قصر عدو غیظ میں کئے
جھک جھک کے ذوالفقار نے لاکھوں کے خوں پئے
ہر ضرب پر سپاہ کے ٹکڑے اڑا دیئے
زورِ پدر کو آئے دکھاتے ہوئے حسینؑ
تا کوفہ فوج لائے بھگاتے ہوئے حسینؑ

(۹۸)

مجبور یوں ہوئے تھے دھنی رزم گاہ کے
تھے تا فلک بلند نشاں مدِّ آہ کے
بڑھنے سے پاؤں تھم گئے ہر کینہ خواہ کے
روکے جدارِ کوفہ نے ریلے سپاہ کے
ایسی ہوئی دھمک کہ زمانہ بدل گیا
ابن زیاد تخت پہ ڈر کر دہل گیا

(۹۹)

برہم تھا ابتدا سے جو زہراؑ کا نورِ عین
یاں بھی سپاہِ ظلم نے پایا نہ تھم کے چین
اللہ رے حُسنِ جنگِ بن فاتحِ حُنین
اس طرح فوجِ ظلم کو پھر لے چلے حسینؑ
کاوا کیا ہر ایک نے رہوار کی طرح
گردش ہوئی سپاہ کو پرکار کی طرح

(۱۰۰)

رخ پھر گیا ہر ایک کا جب سوئے قتل گاہ
پھر لے چلے دبا کے اسی طرح سے سپاہ
طے کی عجیب رنگ سے میداں کی اتنی راہ
وہ کون قلب تھا جو نہ کرتا تھا آہ آہ
فریادِ فوج گونج رہی تھی جہان میں
اک تہلکہ بپا تھا زمیں آسمان میں

(۱۰۱)

فریاد فوج کی جو گئی تابہ خیمہ گاہ
ڈیوڑھی تک آ کے حضرت زینبؑ نے کی نگاہ
دیکھا وغائے شاہؑ سے ابتر ہے کل سپاہ
ہے آج غیظ میں اسدِ بیشۂ الٰہ
جاں کھنچ کے تا بہ لب دمِ فریاد آگئی
زینبؑ کو شکلِ شیرِ خدا یاد آگئی

(۱۰۲)

ہمشیر شاہؑ دل کو سنبھالے ادھر گئیں
غش میں جہاں پڑے ہوئے تھے عابدؑ حزیں
چلائیں جھک کے اے مرے بھائی کے مہ جبیں!
تم کو خبر جہادِ پدر کی یا نہیں
مہلت نہ پیر کو نہ اماں ہے جوان کو
صدقے پھوپھی ہو، دیکھ لو بابا کی شان کو

(۱۰۳)

پیارا کچھ اور غیظ سے ہے حسنِ روئے شاہؑ
ہے فوجِ ظلم پر اسدؑاللہ کی نگاہ
اتنی بڑی سپاہ دمِ جنگ ہے تباہ
بے حد لڑے ہیں پیچ عمامے کے ہیں گواہ
نالاں فرس ہیں لشکرِ کفار کی طرح
ڈوبے ہیں ہاتھ خون میں تلوار کی طرح

(۱۰۴)

اب تو نہ ہوئے گا ستمِ فوجِ کینہ جو
چھلنے نہ پائیں گے رسنِ ظلم سے گلو
عابدؑ کو بیڑیاں تو نہ پہنائیں گے عدو
پوری کی میرے بھائی نے اس دل کی آرزو
اب اس طرح کے غم نہ الٰہی جہاں میں آئیں
بوسے گلے کے لوں جو شہؑ دیں مکاں میں آئیں

(۱۰۵)

خالق مدد کرے گا الم پیاس کا نہ کھائیں
اکبرؑ کی لاش دیکھ کے آنسو نہ اب بہائیں
مضطر ہوں شوقِ دید سے چہرا مجھے دکھائیں
پوشاک خوں بھری ہوئی رن میں بدل کے جائیں
حملوں سے تھک گیا ہو نہ مالک زمین کا
ہوتا ہے ناگوار لہو آستین کا

(۱۰۶)

جب یہ پھوپھی سے مضطربانہ سنا بیاں
چونک اٹھے غش سے حضرتِ سجادؑ ناتواں
فرمایا ہے خوشی کسی تقدیر میں کہاں
میداں میں دیکھئے تو یہ کیسی ہیں آندھیاں
ٹکرا رہی ہیں سر کو قناتیں خیام کی
کیوں دن کو کیفیت نظر آتی ہے شام کی

(۱۰۷)

مردوں نے پھاڑ ڈالے ہیں زیرِ لحد کفن
دریا ہے دستِ موج سے ماتم میں سینہ زن
اٹھتے ہوئے غبار سے سر پیٹتا ہے بن
کیوں آ چلا ہے دشت میں خورشید پر گہن
بابا پہ دشت میں ستم اشقیا نہ ہو
رن میں کہیں چراغِ امامت بجھا نہ ہو

(۱۰۸)

ڈیوڑھی تک آئیں بنت علیؑ جب ملا نہ چین
دیکھا زمینِ گرم پہ ہیں منھ کے بل حسینؑ
ہاتھوں سے دل کو تھام کے کرنے لگیں یہ بین
ہے ہے فرس سے گر پڑے سلطانؑ مشرقین
چوٹیں ہیں جسمِ شہؑ پہ کئی سنگ سخت کی
قسمت پلٹنے پائی نہ برگشتہ بخت کی

(۱۰۹)

چلا رہا ہے دشت میں یہ لشکرِ کثیر
رن میں گرے حسینؑ مبارک ہوا اے امیر
بے وارث اب ہے آلِؑ شہنشاہ قلعہ گیر
اب جس کو چاہے تو اسے میداں میں کر اسیر
ڈر جس کا تھا وہ دیں کا سہارا نہیں رہا
اہلِ حرم کا پوچھنے والا نہیں رہا

(۱۱۰)

مقتل میں سب کے پہلے تجھے چاہئے یہ کام
شمر آ کے ذبحِ شاہؑ کا قصہ کرے تمام
ہوجائے رن میں قتل جو یہ آساں مقام
کھولیں قریب شب کمریں ساکنان شام
ٹکڑے غمِ حسینؑ میں ہوں دل پہاڑ کے
راحت سے سوئیں گلشنِ زہراؑ اجاڑ کے

(۱۱۱)

رن میں ادھر یہ کہہ رہے تھے دشمنانِ دیں
تھا ریگِ گرم پر ادھر احمدؐ کا جانشیں
کثرت سے زخم تن کے زیادہ تھا دل حزیں
تڑپا رہی تھی آپ کو جلتی ہوئی زمیں
آرام امامِؑ وقت کو دینے نہ دیتے تھے
پہلو کے تیر کروٹیں لینے نہ دیتے تھے

(۱۱۲)

تھی نزع میں یہ حالتِ سلطانِ ذی حشم
پھیلا دیئے کبھی تو سمیٹے کبھی قدم
آتا تھا گاہ دل سے لبوں پر اکھڑ کے دم
کچھ اور سنگریزوں کا تھا زخم میں ستم
کچھ چوٹیں فرقِ پاک پہ تھیں کچھ جبیں پہ تھیں
تکلیفیں لاکھ طرح کی جانِ حزیں پہ تھیں

(۱۱۳)

تھے اس طرف تو کرب میں سلطانِ دیںؑ پناہ
خنجر ادھر پکڑ کے چلا شمرِ روسیاہ
آیا برائے ذبح ستمگر قریبِ شاہؑ
خود واقعہ یہ کہتا ہے وہ دشمن الٰہ
خالق سے قلب کہتا تھا مطلب حسینؑ کے
جنبش میں وقت نزع ملے لب حسینؑ کے

(۱۱۴)

ناگہ بیاں یہ کرنے لگا مجھ سے قلب زار
نفرین کرتے ہوں نہ شہِ آسماں وقار
لایا جو کان تالبِ سرورؑ میں ایک بار
یہ حق سے کہتے ہیں شہؑ دیں وقت احتضار
تیری طرف سے غم میں تحمل عطا ہوا
مولاؑ مرا تو وعدۂ طفلی وفا ہوا

(۱۱۵)

کہتا ہے اب یہ شمر کہ آئی پھر اک صدا
خود میں نے صاف صاف جس آواز کو سنا
کوئی بیاں یہ کرتا ہے، اے شاہؑ کربلا
اب ہم نے اختیارِ جناں تم کو دے دیا
تسنیم و سلسبیل دکھانا بہشت میں
تم جس کو چاہنا اسے لانا بہشت میں

(۱۱۶)

سنتے ہی اس صدا کو ہوئے شاہؑ خوش کمال
پھر مجھ سے مڑ کے کہنے لگے او زبوں خصال
گر تیرے قلبِ نجس میں ہے قتل کا خیال
لے چل مجھے نشیب میں تو اے عدوئے آل
ناظر نہ کوئی رن میں ہو حالِ تباہ کا
ظالم نہ سامنا ہو کہیں خیمہ گاہ کا

(۱۱۷)

کہتا ہے پھر یہ شمر کہ جب میں نے یہ سنا
غصہ کلامِ سرورِ دیں نے بڑھا دیا
چاہا جو دل نے شاہؑ کو تکلیف ہو سوا
برداشت جس کی ہو نہ سکے وہ ستم ہے کیا
آیا نہ قلبِ سخت کسی کے قریب میں
جس طرح چاہا شاہؑ کو لایا نشیب میں

(۱۱۸)

لے آیا جب نشیب میں شمرِ ستم شعار
رکھی گلوئے سرورِ دیں پر چھری کی دھار
بولے یہ آنکھ کھول کے سلطانؑ نامدار
پہلو میں دل ہے پیاس کی ایذا سے بےقرار
کرنا اگر ہے رن میں شہید جفا مجھے
ہنگام احتضار تو پانی پلا مجھے

(۱۱۹)

کہنے لگا غضب میں یہ شہؑ سے وہ بد گہر
کہتے ہو تم تو ساقئ کوثر کا ہوں پسر
بے تاب تشنگی سے اگر ہیں دل وجگر
آواز دو انھیں کہ بہت جلد لیں خبر
کس کے لئے جناں میں یہ سب اہتمام ہے
پانی اگر نہ لائے تو قصہ تمام ہے

(۱۲۰)

بگڑا ہوا تو تھا ستم ایجاد و پُر جفا
خنجر سے کاٹنے لگا شبیرؑ کا گلا
اب کیا کہوں کہ ذبح میں ظالم نے کیا کیا
کیوں کر امامِ عصرؑ کی گردن ہوئی جدا
برباد رن میں آلِ پیمبرؐ کو کر گئے
بس مختصر یہ ہے کہ جہاں سے گذر گئے

(۱۲۱)

قتلِ امامؑ سے جو ہلی دشت کی زمیں
سر پیٹتے چلے حرمؑ بادشاہِ دیں
کہتی ہوئی یہ آرہی تھیں زینبؑ حزیں
کس کو شہید ظلم کیا اے سپاہِ کیں
نانا کی قبر چھوڑ کے غربت میں لٹ گئی
وہ کون سی بہن ہے جو بھائی سے چھٹ گئی

(۱۲۲)

سرورؑ سے بڑھ کے پیاس کا مارا کوئی نہیں
اب عرشِ ذوالجلال کا تارا کوئی نہیں
زہراؑ کی بیٹیوں کا سہارا کوئی نہیں
بھائی اگر نہیں تو ہمارا کوئی نہیں
خوں ابلے کیوں نہ رن میں زمیں آسمان سے
کیا خوب یہ سلوک کیا میہمان سے

(۱۲۳)

سید پہ رحم دشت میں کھایا بھی یا نہیں
جلتی ہوئی زمیں سے اٹھایا بھی یا نہیں
اک قطرہ حلقِ خشک تک آیا بھی یا نہیں
پانی کسی نے لا کے پلایا بھی یا نہیں
نکلا نہ رحم دل کوئی فوجِ یزید سے
کیا اتنا پھر گیا تھا زمانہ شہید سے

(۱۲۴)

کہتی ہوئی یہ آگئیں جب لاش کے قریں
لاشے کی دونوں ہاتھوں سے جھک کر بلائیں لیں
کی عرض رو کے اے خلفِ ختمِ مرسلینؐ
تم نے کہیں پہ جان دی اور تھی بہن کہیں
اب دم نہیں حبیبؑ خدا کے حبیب میں
ہے ہے لکھی ہوئی تھی جدائی نصیب میں

(۱۲۵)

اے میرے تشنہ کام مسافر ترے نثار
کیا جلد اس چمن کی خزاں ہوگئی بہار
شہؑ نے بہن سے کچھ نہ کہا وقتِ احتضار
گردن پہ چپکے چپکے پھری تیغِ کیں کی دھار
اس غم سے کیوں نہ فرق ہو دنیا کے زیب میں
کیا آئے تھے اسی لئے سرورؑ نشیب میں

(۱۲۶)

آئی صدا یہ حلقِ بریدہ سے ناگہاں
سرننگے دشت ظلم میں آئی ہو یہ کہاں
بھائی فدا ہو تم پہ سدھارو سوئے مکاں
آمادۂ ستم ہے ابھی لشکرِ گراں
کیوں غم بڑھے نہ فاطمہؑ کے نورِ عین کا
رن میں جلایا جائے گا خیمہ حسینؑ کا

(۱۲۷)

آئی جو گوشِ حضرتِ زینبؑ میں یہ صدا
کی عرض اس میں خوش ہوں جو ہو آپ کی رضا
لیکن یہ رنج ہے سببِ جوششِ بکا
تنہا پڑی ہے لاشِ شہنشاہِ کربلا
بے وارثوں کا آہ بھروسا نہیں کوئی
خواہر کا رن میں پوچھنے والا نہیں کوئی

(۱۲۸)

ہم تو مکاں کو جاتے ہیں اے شاہِ عرش جاہ
میت کو چھوڑتے ہیں تہِ دامنِ الٰہ
اب دیکھیں کیا گذرتی ہے ہم سب پہ بعدِ شاہؑ
جلتی ہے کس طریق سے بیکس کی بارگاہ
صدمہ ہے ہجرِ شہؑ کا دلِ پاش پاش پر
گر بچ گئے تو آئیں گے پھر رن میں لاش پر

(۱۲۹)

اے دینِ مصطفیٰؐ کے طرفدار الوداع
اے لختِ قلبِ احمدؐ مختار الوداع
اے کربلا کے قافلہ سالار الوداع
اے ہم سے بے کسوں کے مددگار الوداع
دل سے گئی جو آہِ الم بے اثر گئی
دنیا تباہ کرکے سواری کدھر گئی

(۱۳۰)

ذاخرؔ قلم کو روک، کہ ہے ختم مدعا
کم فرصتی سے چھوٹنے والا تھا مرثیہ
قوت نہ تھی دماغ میں کب ہوش تھے بجا
یہ بھی ہوئی ہے اک مددِ سبط، مصطفیٰؐ
فیضِ امامؑ دیں سببِ غور ہوگیا
دسویں ۱ رجب سے تیرا دماغ اور ہوگیا

ماخوذ از ہفتہ وار نظارہ، لکھنؤ، مرثیہ نمبر، فروری ۱۹۷۳ء، صفحہ نمبر ۲۵ تا ۴۴ر

سلام

تذہیبؔ نگروری، راجہ جی پرم، لکھنؤ

حرؑ یوں نکل کے حق کے شناسوں میں آگیا
ذرہ زمیں کا جیسے ستاروں میں آگیا
اب اس سے آپ کیجئے شبیرؑ سا سلوک
وہ حر جو آج تعزیہ داروں میں آگیا
سونا بھی ہو رہا ہے عبادت مرا شمار
شبیرؑ میرے خوابوں خیالوں میں آگیا
دنیا میں سر بلند ہے ایراں اسی لئے
یہ ملک کربلا کے حصاروں میں آگیا
دیکھی ہے جب سے اصغر معصومؑ کی ہنسی
ہنسنے کا جو طریقہ ہے کلیوں میں آگیا
شبیرؑ کے لہو سے ملا کر کے اپنا خوں
لگتا ہے جونؑ نور کے خانوں میں آگیا
نظریں جری کی بن گئیں ساحل پہ ذوالفقار
رعبِ علیؑ سمٹ کے جو آنکھوں میں آگیا
سب کچھ لٹا کے دین بچایا اسی لئے
نامِ حسینؑ لینا فریضوں میں آگیا
"اَحلیٰ مِنَ الْعَسَل" کی دلالت کے واسطے
اصغرؑ نکل کے جھولے سے تیروں میں آگیا
تذہیبؔ یہ بھی فضل و کرم ہے حسینؑ کا
شعر و سخن جو تیرے طریقوں میں آگیا

❀❀❀